قال اللہ تعالیٰ واجتنبوا قول الزور پ۱۷ جھوٹ بولنے سے بچو۔ عن ابی النعمان قال قال ابوجعفر علیہ السلام یاابا النعمان لا تکذبن علینا کذبۃ فتسلب الحنفیۃ × × ولا تستاکل الناس بنا فتفتقر فانک موقوف لا محالۃ ومسئول فان صدقت صدقناک وان کذبت کذبناک

اصول کافی باب الکذب صفحہ ۵۳۸۔ تشریح۔ ابی النعمان سے مروی ہے کہا اس نے کہ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے اے ابا النعمان ہم پر جھوٹ نہ باندھنا۔ مبادا تو ملت اسلام سے خارج ہو جائے۔ اور ہمارے وسیلہ سے لوگوں کا مال نہ کھانا۔ یعنی ہمارے فضائل میں غلو کرنے سے یا ہمارے حق میں وہ بات کہنے سے جو ہم نے نہیں کہی کیونکہ قیامت کے دن تو ناچار ہو کر رہ جائیگا۔ اور تجھ سے پوچھا جائیگا۔ پس اگر تو نے سچ کہا تو ہم بھی تیری تصدیق کرینگے اور اگر جھوٹ کہا تو ہم بھی تجھ کو جھٹلائیں گے۔ صافی شرح کافی صفحہ ۱۸۷

اسرارِ روایاتِ کربلا

جس میں واقعہ کربلا کی بہت سی روایات کا بڑے بڑے علمائے جلیل القدر و محققین کی شہادت و کتب معتبرۂ شیعہ سے بے اصل و خلاف واقعہ ہونا دکھلایا گیا ہے

از تالیفات تازہ ابوالامنہ منشی خادم حسینؑ صاحب خادم بھیروی احمدی مؤلف رسالہ تحقیق واقعات کربلا و تذکرۃ الذاکرین وغیرہ

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام چوہدری فضل احمد خان صاحب مینیجر الفضل چھپا
۲۰-اپریل۔ ۱۹۱۵ء۔ ۵ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ

فہرست روایات رسالہ ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

جن صاحبوں کو میری تالیف لطیف تحقیق واقعات کربلا کا علم اور اُس کے مطالعہ کا اشتیاق بدرجۂ کمال ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ رسالہ مذکورہ کا ایک مسودہ تین چار سال سے صاف کرکے تیار رکھا ہُوا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں اس کو شائع نہیں کرسکا۔ تاہم جیسے کہ احباب کو معلوم ہے میں بالکل خاموش نہیں رہا۔ بلکہ اس عرصہ میں مختلف رسائل و اخبارات کے ذریعے وقتاً فوقتاً اپنی تحقیق سے شائقین کو مطلع کرتا رہا ہوں۔ ایک مختصر "ماتمِ حسین مظلوم" نام بطور ٹریکٹ کے ماہ محرم ۱۳۲۹ھ میں شائع کیا تھا۔ جس کو مخالف و موافق نے کمال دلچسپی سے ملاحظہ کیا۔ اور آجتک ہند و پنجاب کے مختلف شہروں سے اُسکی اور تحقیق واقعات کربلا کی طلبی کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ ایک رسالہ تذکرۃ الذاکرین جو ایک بڑے فاضلِ اجلّ محقق و مدقق حاجی میرزا حسین النوری الطبرسی مرحوم مجتہد نجف اشرف کی قابلِ قدر کتاب لولو و مرجان فارسی کا خلاصہ بزبانِ اُردُو ہے۔ اسی ماہ محرّم ۱۳۳۲ھ میں تیار کیا ہے جس کا مقصد مروجہ مرثیہ خوانی کی خرابیوں کی اصلاح ہے۔ خدا کرے کہ وہ بھی جلد شائع ہو جائے ۔

فاضل حسین النوری مرحوم نے لولو و مرجان میں بعض ایسی روایات پر محققانہ تنقید فرمائی تھی - جو بقول اُن کے مرثیہ خوانی کا سرمایہ ہیں۔ اور اُن کو میں نے اپنے خلاصہ یعنی تذکرۃ الذاکرین میں درج کرنے کو تو کر لیا۔ مگر چونکہ اوّل تو وہ روایات معدودے چند تھیں دوسرے اُن کی صحت پر جو جرح کی گئی۔ وہ بھی بالکل مختصر تھی۔ اور بحیثیت مترجم ہونے کے میں نے اپنی طرف سے ان پر اضافہ کرنا مناسب بھی نہ جانا۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ تصرف بیجا کا مرتکب ہو جاؤں۔ لیکن چونکہ یہ موضوع ایسا تھا جس پر حتی اوسع زیادہ لکھنے کی ضرورت ایک مدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اسواسطے مناسب جانا۔ کہ ایک مستقل رسالہ علیحدہ مرتّب کیا جائے۔ پس اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رسالہ کو باوجود قلتِ فرصت و ضعفِ طبیعت تیار کیا۔ اور اس کا نام اسرارِ روایات کربلا رکھا۔ جو حُسنِ اتفاق سے تاریخی نام بھی ہے۔ اس میں تقریباً وہ تمام روایات مندرج ہیں۔ جن کو عموماً مرثیہ خواں مجالس تعزیہ داری میں سنایا کرتے ہیں۔ اور جن میں بعض تو خاص کر رقت اور گریہ دلانے میں زبان زد عوام اور مشہور و معروف درمیانِ اہل اسلام ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہر ایک روایت کو بے اصل اور غیر معتبر ثابت کرنیکے لئے خود علمائے اعلام شیعہ و مجتہدان عظام امامیہ کی آراء اور فتاویٰ سے امداد لی ہے۔ اور ذاتی رائے کو کہیں دخل نہیں دینے دیا۔ الا ماشاء اللہ

اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو دوسری دفعہ کی اشاعت پر مزید روایات اور بعض خاص واقعات و مسائل کو بھی بڑھا دونگا۔ جو واقعہ کربلا کے اصل اسباب کو ظاہر کرینگے۔ اور جن کا جاننا ہر ایک شائق تحقیق کے لئے ازبس ضروری اور دلچسپ ہوگا۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العلیّ العظیم۔

خاکسار خادم حسین خادم

اسرارِ روایاتِ کربلا

(۱) ایک لمبی روایت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب زینب علیہا السلام عاشورا کی رات کو دشمنوں کے خوف سے غمگین ہو کر خیموں کے درمیان گشت لگا رہی تھیں۔ تاکہ اپنے اقربا اور مددگاروں کا حال معلوم کریں۔ حبیب ابن مظاہر نے اپنے ساتھیوں کو اپنے خیمہ میں بُلایا۔ اور اُن سے عہد لیا کہ کل بنی ہاشم کے میدان میں جانے سے پہلے ہی رزمگاہ میں نکل کھڑے ہوں۔ یہ حال دیکھ کر جناب زینب کو تسلی ہو گئی۔ پھر جناب موصوفہ عباسؑ کے خیمہ کے پیچھے آکھڑی ہوئیں۔ معلوم کیا کہ عباس بھی تمام بنی ہاشم کو جمع کر کے اُن سے عہد لے رہے ہیں۔ کہ کل لازم ہے کہ دوسرے انصاروں مددگاروں سے پہلے ہی میدانِ جنگ میں نکل کھڑے ہوں۔ یہ حال دیکھکر زینبؑ مسرور ہوئیں۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں آکر مسکرائیں۔ امام ع نے تعجب فرمایا اور مُسکرانے کا سبب دریافت کیا۔ جواب میں زینب ع نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تا آخر روایت جس کے گھڑنے والے کو اس فن میں پوری مہارت تھی۔ لولو و مرجان حاجی مرزا حسین النوری الطبرسی مرحوم صفحہ ۱۳۲

(۲) بڑے سوز و گداز سے بیان کرتے ہیں۔ کہ عاشورا کے دن جب کہ تمام اہلبیت اور اصحاب شہید ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام زین العابدین کے سرہانے آکھڑے ہوئے۔ انھوں نے پدر بزرگوار سے دریافت کیا کہ دشمنوں نے کیسا کچھ سلوک کیا۔ فرمایا کہ جنگ کی نوبت آگئی۔ پھر اپنے اصحاب کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ قتل قتل (قتل ہو گئے، قتل ہو گئے) اسی طرح بنی ہاشم۔ علی اکبر اور عباس کا حال دریافت کیا۔ تو اُسی قسم کا جواب پایا۔ اور یہ کہ خیموں کے اندر

اب سوائے میرے (امام حسینؑ) اور تیرے کوئی مرد ذات باقی نہیں رہا۔ یہ اس قصہ کا خلاصہ ہے۔ اور اس پر بہت سے حاشیے چڑھائے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ "امام زین العابدین غریب کو ابتدائے جنگ سے تا انجام مقاتلہ پدر بزرگوارِ خود نہ کسی رشتہ دار کا حال معلوم تھا۔ نہ کسی انصار کا۔" لولو و مرجان صفحہ ۳۴

(۳) ایک عجیب روایت ہے۔ کہ جب امام حسینؑ نے میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو گھوڑا طلب کیا۔ لیکن ایسا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ جو گھوڑا حاضر کرے۔ پس جناب زینبؑ گھوڑے کو لانے کے لئے گئیں۔ اور لاکر حضرت کو سوار کرایا۔ اس موقعہ پر بہت سی گفتگو مابین بھائی بہن کے بیان کرتے ہیں۔ اور مجالس کو رونق دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور سچ سچ رونے کا مقام ہے۔ لیکن نہ یہ جھوٹی مصیبت سن کر بلکہ رونا آتا ہے۔ تو منبر پر بیٹھ کر یہ صاف سفید جھوٹ کہنے اور امام عالیمقام پر افترا باندھنے اور اُن لوگوں کے منع نہ کرنے پر جو منع کرسکتے ہیں۔ خواہ وہ منع نہ کرنا ناواقفیت کی وجہ سے ہو یا عدم تفحص کی بنا پر اور ساتھ ہی اُس ضعیف الحال کے مجاز نہ ہونے پر کہ اُس بے انصاف غلط بیان کرنے والے کو منع کرسکے۔ کہ اے خدا سے شرم نہ کرنے والے کیا معتبر مقاتل کی کتابوں میں یہ نہیں لکھا ہے۔ کہ اول صبح عاشورہ کو جب لشکر کی صف آرائی ہوچکی۔ امام حسین علیہ السلام ایک شتر پر سوار ہوئے اور وہ خطبہ بلیغہ واسطے اتمام حجت کے پڑھا۔ پھر اُتر کر خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جو کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اور اپنے اوصیاء کی سواری کے لئے خرید کر رکھا تھا۔ اور جس کو مرتجز کہتے تھے۔ اور جو کہ عوام میں ذوالجناح کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کو آپ نے طلب کیا۔ اور آخر دم تک اسی پر سوار رہے۔ البتہ کبھی بعض ضروریات کے وقت مثلاً کسی شہید کے سرہانے بیٹھنے یا کسی لاش کے اٹھانے یا نماز

پڑھنے یا لباس تبدیل کرنے یا کسی کو وداع کہنے کے لئے اُتر پڑتے تھے۔لیکن پھر سوار ہو جاتے تھے۔ہاں اگر جواب میں کہا جائے۔کہ آخر وقت وداع میں گھوڑا کہیں بھاگ گیا تھا۔اور اسکو کوئی لانے والا نہ تھا تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس شبہ کا جواب بھی سُن لو۔کہ معتبر روایت سے ثابت ہے کہ میدان میں جاتے وقت امام ع۔کے ہمراہ عباس بھی گئے تھے۔اور شیخ مفید نے ارشاد میں آنحضرتؐ کے مقاتلہ کی تشریح کرتے ہوئے بعد ذکر شہادت مالک بن النسیر و عبداللہ بن حسین علیہ السلام اور بدن مبارک پر بہت سے زخم پہنچ جانے کے روایت کیا ہے۔کہ بنی ہاشم میں سے تین چار نفر آنجناب ع کے ہمرکاب تھے۔جو دشمنوں کے حملوں سے آپکو بچاتے تھے۔یہانتک کہ وہ بھی شہید ہو گئے الخ۔لولو و مرجان صفحہ ۱۳۵

(۴) بڑے رنج و غم کے اظہار کے لئے کہتے ہیں۔کہ زینب قتل گاہ میں اپنے بھائی کے سرہانے تشریف لے گئیں۔اور مارے غم کے اپنے آپ کو حسین کے لاشے پر گرا دیا اور فرماتی تھیں کیا تم ہی میرے بھائی ہو؟ کیا تم ہی میری پشت و پناہ ہو؟ تا آخر لولو و مرجان صفحہ ۱۳۵

(۵) ایک عجیب رُلانے والی روایت ہے۔جس کو سُن کر سامعین کے ہوش اڑ جائیں۔اور جس کی سند بیچارے ابُوحمزہ ثمالی تک لے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔کہ ابوحمزہ ایک دن امام زین العابدین کے گھر حاضر ہوا۔دروازہ کھٹکھٹایا۔ایک لونڈی آئی۔یہ معلوم کر کے کہ ابوحمزہ ہیں۔خدا کا شکر کیا۔جس نے اسکو بروقت یہانتک پہنچا دیا۔تاکہ حضرت کو ذرا تسلّی دیگا۔کیونکہ آج دو دفعہ بیہوش ہو چکے ہیں۔پس وہ داخل ہُوا۔اور یہ کہکر تسلّی دی۔کہ اِس خانوادہ عالی میں شہادت تو موروثی چلی آتی ہے۔جناب کے جدّ بزرگوار اور باپ اور چچا سب شہید ہی ہوتے ہیں۔امام نے جواب دیتے ہوئے اِسکی تصدیق کی اور فرمایا کہ ہاں درست ہے۔لیکن اِسیر ہونا تو اس خانوادہ میں

موروثی نہ تھا۔ پھر تھوڑا حال اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کی اسیری کا کہہ کر سنایا۔
کاش اس روایت کی کوئی اصل ہوتی۔ تو مجالس مصیبت کے لئے بڑی مفید تھی
لولو و مرجان صفحہ ۱۳۵

(۶) زعفر جنی کا قصہ بھی بے اصل ہے۔ لولو و مرجان صفحہ ۱۴۵ و نزہتہ المشتاق فی فتاوٰے علمائے عراق صفحہ ۱۰

عوام ناظرین کی اطلاع کے لئے زعفر جن کا حال مختصراً اس مقام پر لکھا جاتا ہے۔ جو ایک مشہور ذاکر سے خاص طور پر دریافت کیا گیا۔ کہ زعفر جن ایک شاہزادہ تھا۔ جس کے باپ کا نام راحیل ہے۔ ان کی بادشاہت اُس طائفہ جن پر تھی۔ جو بئر العلم میں جناب شیر خدا علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔ اور شیعیانِ علیؑ میں سے تھے۔ کربلا کا واقعہ دیکھکر ایک جن کوہ قاف میں گیا۔ ٹھیک اسی دن زعفر کے لڑکے کی شادی مقرر ہو چکی تھی۔ اور زعفر اور اسکے متعلقین شادی کا جشن منا رہے تھے۔ کہ اسی جن نے اُس کو امام حسین کی بیکسی کا حال کہہ سنایا۔ جس کے سنتے ہی زعفر کے ہوش اُڑ گئے۔ اور وہ معہ اپنے لشکر کے سیدھا کربلا میں آیا اور امام عالیمقام کی خدمت میں امداد اور جان نثاری کی منظوری کے لئے درخواست کی۔ الیٰ آخرہٖ

(۷) شہزادہ قاسم کی بیاہ شادی کا قصہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور اُسکا پڑھنا سُننا بھی حرام ہے۔ علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اپنے اصحاب کی بعض کتابوں میں دیکھا۔ کہ انھوں نے ایسی ضعیف روایات سے اعراض کیا ہے۔ منجملہ اُن کے عروسی قاسم کا قصہ ہے۔ کہ کتاب روضتہ الشہداء سے پہلے کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا۔ شیخ مفید کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک کہ الحمد للہ اُن کی تالیفات ہر طبقہ میں فعلاً موجود رہی ہیں۔ اور اُن کتابوں میں کبھی اُس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ بھلا کسطرح ممکن ہے۔ کہ اتنا بڑا واقعہ اور ایسا مشہور قصہ ہو گذرا ہو۔ اور ان تمام

بزرگوں کی نظر سے مخفی رہ گیا ہو۔ یہاں تک کہ ابن شہر آشوب جیسے متبحّر فاضل سے بھی جن کی بابت تصریح کی گئی ہے۔ کہ مناقب کی ہزار جلد اُن کے پاس تھی۔ علاوہ ازیں معلوم ہے کہ فن حدیث اور انساب اور سیر کی تمام قدیم معتبر کتابوں کو چھان ماریں۔ جب بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی کوئی صاحبزادی اُسوقت ایسی موجود تھی۔ جو لائق شادی کے یا بے شوہر تھی۔ تاکہ قطع نظر قصہ کی صحت یا سُقم کے اس واقعہ کا ہونا بھی ممکن ہو سکے۔ لولو و مرجان صفحہ ۱۲۶ و نزہتہ المشتاق فی فتاویٰ علماء العراق صفحہ ۱۲

(۸) کہتے ہیں۔ کہ قاسم کی دُلھن کا نام فاطمہ کبریٰ تھا۔ لیکن جب فاطمہ صغریٰ کوئی لڑکی امام حسینؑ کی ثابت نہیں۔ تو فاطمہ کبریٰ کہاں سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اس مقام پر واضح ہو۔ کہ امام حسین عؑ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن کے نام فاطمہؓ اور سکینہؓ ہیں۔ اگرچہ عام مرثیہ خواں تین صاحبزادیاں بتلاتے ہیں یعنی فاطمہ صغریٰ۔ فاطمہ کبریٰ اور سکینہ۔ اور شہزادہ قاسم عؑ کے ساتھ فاطمہ کبریٰ کا نکاح کربلا میں ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ سکینہ کے سوا دوسری صاحبزادی فاطمہ کی نسبت ثابت ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام اُن کا نکاح واقعہ کربلا سے پہلے اپنے بھتیجے حسن مثنّیٰ سے کرچکے تھے۔ اور اُن کے بعد لکھا ہے۔ کہ وہ عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اور آخرکار بمقام مدینہ ۱۱۷ھ میں انکی وفات لکھی ہے۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۴۱۳

(۹) مخالفین کے لشکر کی تعداد پانچ لاکھ بلکہ چھ لاکھ سوار اور دو کروڑ پیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ اتنے بڑے لاؤ لشکر کا بہم پہنچانا مدت دراز کی سلطنت میں شداد اور نمرود کو بھی نصیب نہ ہُوا تھا۔ چہ جائیکہ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو جسے ابھی پوری سیاست و سطوت بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ پھر اس قدر لشکر کی بار برداری۔ رسد رسانی اور گھاس چارے کا جمع کرنا بھی قیاس میں نہیں آسکتا۔ لولو و مرجان صفحہ ۱۲۶

(۱۰) جو ملعون کہ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اُن کی تعداد میں بھی بہت مبالغہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ ایک ہزار آٹھ سَو نَو نفر مقتول ہوئے تھے۔ لولو و مرجان صفحہ ۱۴۷۔ اسی طرح وہ روایت بھی درست نہیں۔ جس کے رُو سے کہتے ہیں۔ کہ جناب امام ہر حملہ میں دس ہزار نفر کو قتل کرتے تھے۔ لولو و مرجان صفحہ ۷۰

(۱۱) ایک روایت جناب عباس کے بارہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن جناب علی علیہ السلام منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کو پیاس لگی۔ پانی مانگا۔ آنحضرت نے قنبر کو حکم دیا۔ کہ پانی لاوے۔ عباس اس وقت صغیرسِن تھے۔ بھائی کی تشنگی سنتے ہی ماں کے پاس دوڑے گئے۔ اور پانی اس طرح لائے۔ کہ جام سر پر رکھا ہُوا تھا۔ اور پانی جام سے چھلک رہا تھا۔ اسی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے۔ جناب علی علیہ السلام نے جب دیکھا۔ تو رو پڑے اور فرمایا آج اس طرح اور کربلا میں عاشورہ کے دن اس طرح اور پھر تھوڑا سا ذکر مصائب کربلا کا فرمایا۔ تا آخر روایت

یہ واقعہ غالباً کوفہ میں ہُوا ہوگا۔ اور اگر مدینہ میں ہُوا تو چاہیئے کہ ابتدائے خلافت میں ہو۔ کیونکہ اس سے پہلے تو آنحضرت کو مسجد و منبر میسر ہی نہ تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی عمر اس وقت تیس برس سے زائد ہو چکی تھی۔ پس ایسی عام مجلس میں پیاس کا ظاہر کرنا اور اثنائے خطبہ میں کلام کرنا اوّل تو مکروہ ہے یا حرام پھر اول تو منصبِ امامت کے شایانِ شان نہیں۔ دوسرے اوّل درجہ کی عدالت کے بھی بلکہ شیوہ انسانیت کے ساتھ بھی اس کو کوئی مناسبت نہیں۔ علاوہ اس کے جنگ صفین اس سے دو تین سال بعد کو ہوئی۔ اگر جناب عباس ان دنوں طفل صغیر سن تھے۔ تو صفین کے جنگ میں ان کے وہ کارنامے کس طرح درست ہو سکتے ہیں۔ کہ آن کی آن میں اَسّی نفر کو ہوا میں اُڑا کر گرا دیا کئے۔ اور وہ بھی اس پھرتی کے ساتھ کہ جب اُنیسوں

آدمی کو پھینکا۔ تو ابھی تک پہلا آدمی زمین پر لوٹا ہی نہ تھا۔ اور اگر کوئی مقابلہ کی جسارت کر بیٹھتا۔ تو تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ ایک طفل صغیر سن (عباسؑ) کی یہ کرامات ایسی عجیب و غریب ہیں۔ کہ پدر بزرگوار کو بھی نصیب نہ ہوئیں ظاہر ہے کہ دروغگو کا حافظہ درست نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ مال و دولت کے لالچ نے اسکے ادراک کو بھی برباد کر دیا ہے۔ اور شرم و حیا سے عاری ہوگئے ہیں۔ علم انساب کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اور آل ہاشم کے علمائے انساب کی تمام کوششوں کو جو انھوں نے عمریں صرف کر کے اس بارہ میں فرمائیں۔ سب کو غلط ٹھہرا دیا۔ لولو و مرجان صفحہ ۱۵۲

(۱۲) ایک اور روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ حرم محترم اہلبیت علیہم السلام کو جب یزید نے شام سے رخصت کیا۔ تو وہ شام سے روانہ ہو کر مدینہ جانے سے پہلے چالیسویں دن کربلا میں تشریف لے گئے تھے۔ اور اس سے چہلم کی مجالس کا جواز نکالتے ہیں۔ حالانکہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ شام سے روانہ ہو کر حرم محترم سیدھے مدینہ کو چلے آئے تھے۔ اور ہرگز ہرگز کربلا میں تشریف نہیں لے گئے۔ بحوالہ ارشاد شیخ مفید وغیرہ۔ مفصل بحث اسکی دیکھو لولو و مرجان میں از صفحہ ۱۱۳ تا صفحہ ۱۱۷۔ اور جلاء العیون اردو صفحہ ۵۲۹

(۱۳) "شعرائے ہندوستان مرثیوں میں ایسے مضامین نظم کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بروز عاشورا حضرت زینب سے فرمایا۔ کہ اے میری بہن تمہارے رونے سے میرے رجوع قلب میں کہ مجھے عبادت الہی میں تھا فرق آگیا۔ اور حضرت نے فرمایا اے میری بہن لباس کہنہ لاؤ۔ حضرت زینب نے فرمایا کہ لباس کہنہ کیا کیجئے گا۔ اگر فرمائیے تو نئی قبا حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی لے آؤں۔ حضرت نے رو کر فرمایا۔ کہ نئے کپڑوں کو یہ کفار لشکر یزید لوٹ لے جائینگے۔ جس وقت میرا بدن انکی تلواروں سے چاک چاک ہو جائے گا وہ پرانا لباس میرا کفن ہوگا۔ حضرت زینب یہ بات سن کر تاب گریہ نہ لا سکیں۔ اور

دونوں ہاتھ اپنے دل پر رکھ کر اپنا سر چوب خیمہ پر دے مارا۔ امام حسینؑ زینب کی یہ بے قراری دیکھکر بے تاب ہو گئے اور فرمایا کہ اے میری غمگین بہن خدا کے لئے صبر کرو۔ میں جانتا تھا۔ کہ بعد میری شہادت کے تم میرے بچوں کو تسکین اور تسلی دوگی۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم مجھ سے پیشتر اپنے کو ہلاک کرو گی۔ حضرت زینب نے فرمایا اے شہنشاہِ اولیاء اگر میری اجل پہلے آئے۔ اور میں مر جاؤں تو وہ مرنا میری زندگی ہے۔ لیکن یہ تقدیر میں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ اس ضعیفی میں میرے سر پہ چادر نہ ہو اور برہنہ سر کوچہ و بازار میں پھروں۔ اور ظالم لوگ یداللہ (علی علیہ السلام) کی لڑکی کی گردن میں رسّی باندھیں۔ اگر میری تقدیر کا لکھا اچھا ہوتا۔ تو البتہ علی اکبر نہ مرتے۔ بعد علی اکبر کے آپ پر میں نظر رکھتی تھی۔ کہ میری امید گاہ آپ ہیں۔ اب معلوم ہوا۔ کہ آپ بھی مجھ سے جُدا ہوتے ہیں۔ شاید میری موت نے مجھے فراموش کر دیا ہے۔

میری تقدیر میں یہ لکھا ہے۔ کہ تمام خاندان کے مردوں پر روتی رہوں۔ جس وقت میں مدینہ میں تھی۔ میرا خیال تھا۔ کہ میرے بھائی کو یہاں دشمن لوگ آزار پہنچاتے ہیں۔ میں اس شہر سے ہمراہ اپنے بھائی کے ہجرت کر کے کسی جنگل میں بیٹھ رہوں۔ اور اس سفر کربلا میں مجھے یہی خیال تھا۔ لیکن زمین کربلا میں پہنچکر رنج و بلا میں مبتلا ہو گئی۔ اور یہاں میری ماں فاطمہ زہرا کا چمن برباد ہوا میں نہ جانتی تھی۔ کہ یہ سفر میری بربادی کا ہے۔ اور صحرائے ہولناک میں بہن اپنے بھائی سے جُدا ہو جائے گی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت زینب کے کلمات کے جواب میں فرمایا۔ کہ رنج اور بلا نیک آدمیوں کے لئے ہے۔ اور دنیا جائے حسرت و افسوس ہے۔ اور جناب باریتعالےٰ نے جو کچھ جس کے مقدر میں لکھدیا ہے۔ وہی ظاہر ہوگا۔ جو شخص خدا پہ بھروسہ کرنیوالا ہے۔ اسکی رضا پہ راضی ہے۔ ہمیشگی تو جناب باری تعالےٰ کی ذات کیلئے

رہے۔ دنیا میں نہ ظالم رہیگا نہ مظلوم۔ وائے ہو دنیا پر کہ علی اکبر زندہ نہ ہو۔ اور میں زندہ رہوں۔ اب زندگی میری چند نفس ہے۔ لطف زندگی نہیں رہا۔ اے زینب لاشیں شہیدوں کی محتاج قبر ہیں۔ اور لشکر یزید سے گروہ گروہ اشقیاء میرے قتل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور نوجوان بیٹے کا پرسا مجھے کوئی نہیں دیتا۔ مجھے رونے کی بھی مہلت نہیں ہے۔

(۱۴) بعد ان باتوں کے حضرت سید الشہداء جناب سید سجاد (زین العابدین) کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بطور وصیت کے فرمایا کہ اگر بعد میری شہادت کے مدینہ میں جانا ہو۔ اور زیارت قبر جناب رسالتمآب سے مشرف ہوئے تو میری طرف سے جناب رسالتمآب کی خدمت میں عرض کرنا۔ کہ بعد وفات حضرت کے مجھے آرام نصیب نہیں ہوا۔ یہانتک کہ سر میرا میرے بدن سے جدا کیا۔ اور میں آپکی اُمت پر قربان ہو گیا۔

(۱۵) اور نیز یہ کہ امام حسین علیہ السلام جس وقت کہ میدان جنگ میں تشریف لائے۔ قوم اشقیاء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر دنیا سے آتش دوزخ کی طرف رغبت رکھتے ہو۔ تو جنگ کے لئے آؤ۔ ورنہ پھر جاؤ۔ میں تم سب کو آج کے دن شکست دونگا۔ اور کشتوں سے پشتے لگا دونگا۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ حضرت زینب سر برہنہ خیمہ گاہ سے باہر آئیں۔ اور ایسی فریاد کی کہ عرش الہی جنبش میں آ گیا۔ اور سر برہنہ جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو دیکھا۔ اور اپنے بھائی کی لاش کو دیکھ کر اس طور پر نوحہ کیا۔ کہ افسوس میری ماں کی دولت تمہارے شہید ہونے سے لٹ گئی اور میں زندہ رہوں۔ اور تم شہید کئے جاؤ۔ اے میرے بھائی کس وقت تمہارے سر اور تن میں جدائی ہوئی۔ افسوس کہ تمہارا گلا کاٹا جائے۔ اور میں تمہارے پاس نہ ہوں۔ بتاؤ کہ خنجر کے نیچے تمہارے اوپر کیا گزری۔ تمنے تنہائی میں یہ صدمہ حلق کٹنے کا اٹھایا۔ اور مجھے یاد نہ فرمایا۔ یہ گلوئے نازک تمہارا کس

ظالم خونخوار نے کاٹا۔ یہ باتیں حضرت زینبؑ کی سُن کر لاش امام حسین علیہ السّلام
سے آواز آئی۔ کہ میرا گلا شمر ستمگار نے کاٹا۔ حضرت زینب نے فرمایا۔ کہ تم
کو مرتے دم پانی بھی دیا۔ حضرت نے اُن کے جواب میں فرمایا۔ کہ ابتک میں
پیاسا ہوں۔ حضرت زینب نے فرمایا۔ کہ وقت ذبح تمہارے پاس کوئی تھا
حضرت نے فرمایا۔ کہ میرے نانا میرے پہلو میں کھڑے تھے۔ اب میری روح
بیقرار ہے۔ تم نہ روؤ۔ اور لوگوں کے سامنے ننگے سر نہ آؤ۔ اب فوج لوٹ کے
لئے آتی ہے۔ تم خیمہ میں بیٹھو۔ اور میرے بچوں کو چھپاؤ۔ میری بیٹی سکینہ
ظالموں سے رنج نہ پائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مارے خوف کے مر نہ جائے۔

(۱۶) اور بھی شعرائے مذکورنے نظم کیا ہے۔ کہ حضرت زینب صلوٰۃ اللہ
علیہا کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام عون اور دوسرے کا نام محمدؐ تھا۔ جب
عاشورا کی صبح کو امام حسین علیہ السّلام کے دل میں آیا۔ کہ علمؔ برداری فوج کی
کسی کو عنایت فرمائیں۔ یہ صاحبزادے کہ نو برس اور دس برس کا سن رکھتے
تھے۔ اپنی مادر گرامی حضرت زینب خاتون کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض
کی کہ علمؔ کے حقدار ہم ہیں۔ اپنے جدّ بزرگوار جعفر طیار کی طرف سے اور
اپنے نانا حیدر کرار کی طرف سے اسلئے کہ ہم اُن کے نواسے ہیں۔ صاحبزادوں
سے یہ بات سُن کر حضرت زینب غضبناک ہوئیں۔ اور فرمایا کہ کس خیال بیجانے
تمہارے دل میں جگہ کی ہے۔ کہ عمریں تمہاری کم ہیں۔ علمداری لشکر کے
منصبِ جلیل کے قابل تم نہیں ہو۔ تم علمداری لشکر کو نامداری اور عزت
کا موجب جانتے ہو۔ افسوس ہے تمہارے حال پہ آج کے دن عزت اگر
ہے۔ تو امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے قتل ہونے میں ہے۔ ماں
سے یہ بات سُن کر صاحبزادے اپنے کہے پر پشیمان ہوئے۔ اسی اثنا میں
حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ کے اندر تشریف لائے۔ اور حضرت زینب
سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ علمداری لشکر کے حقدار اگرچہ تمہارے صاحبزادے

بھی تھے۔ مگر میں کیا کروں کہ یہ بہت کم سنّ ہیں۔ ان کی عمر میں علمداری لشکر کے قابل نہیں ہیں۔ اب تم کہو کہ علم لشکر میں کسے دوں ؟ حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک عباسؑ سے کوئی بہتر نہیں۔ حضرت نے جناب زینب کی اس صلاح کو پسند کرکے حکم دیا۔ کہ عباسؑ کو طلب کرو۔ حضرت علی اکبر یہ سُن کر اپنے عمّ گرامی (عباس) کو بیروں خیمہ سے طلب کرکے حضرت امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ کے سامنے لائے۔ جب حضرت عباس آئے حضرت نے فرمایا۔ کہ اے میرے بھائی علم کو لے لو۔ اور اس منصب جلیل کو میری زینبؑ کی بخششوں میں شمار کرو۔ عباسؑ نے یہ بات سُن کر زینب کے پاؤں پر تعظیماً جیسے ملک ہند میں رسم ہے۔ بوسہ دیا۔ حضرت زینبؑ نے اظہار خوشنودی فرماکر عباس کے لئے دعائے نیک فرمائی اور کہا کہ اے بھائی کوئی ایسی تدبیر کرو۔ کہ حسین علیہ السلام کو اس دشت پُر آشوب کربلا سے کسی دوسری جگہ لے جائیں۔"

پیارے ناظرین! روایت نمبر ۱۳ سے لیکر نمبر ۱۶ تک ساری عبارت بطور استفتا کے ہے۔ جو علمائے عراق کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ اور جس کے مفتی ایک صاحب ہادی حسنؔ نام پٹیالہ سے ہیں۔ ان روایات کے قلمبند کرنے کے بعد ہادی حسن صاحب لکھتے ہیں۔

غرضیکہ گریہ وبکا کے لئے موافق معاشرت و معاملات و دستور اور محاورۂ اہل ہند کے گفت وگوئیں اور حالات اہلبیت اور اصحاب امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر اور حضرت قاسمؑ وغیرہ کے نظم کرتے ہیں اور اس میں یہ التزام نہیں رکھتے ہیں۔ کہ روایات صحیح یا ضعیف میں یا کسی تاریخ میں لکھا ہے یا نہیں۔ بلکہ غرض شعرائے مذکور مرثیہ گوئیوں کی یہ ہوتی ہے۔ کہ ان مصائب کو ایسے طور پر نظم کریں۔ کہ سبب گریہ ہوں۔ خواہ روایات اور حدیث میں آئے ہوں یا نہ اور بعض اس قسم کے مضامین کو زبانِ حال

تعبیر کرتے ہیں۔ اور چونکہ زبانِ حال جائز ہے۔ ایسا کرنا جائز جانتے ہیں۔ اور مراد ان کی زبانِ حال سے یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے ملک میں جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقعہ ہوتی اور یہ معرکہ پیش آتا تو ایسا ہی حال ہوتا۔ اور آپس میں اہلبیت اور اصحاب امام حسین علیہ السّلام کے حسب حال اور محاورۂ ملک کے اسی طور سے باتیں کرتے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ ایسے مرثیوں کا پڑھنا اور سننا جن میں مضامین مذکورہ ہوں جائز ہے یا نہ؟ اگر ان مرثیوں کا پڑھنا سننا ناجائز قرار دیا جائے تو ہزاروں مجالس عزا کی جو ہندوستان میں برپا ہوتی ہیں۔ بنیاد خراب ہو جائے گی۔ جواب باصواب اور فتوائے مفصّل اور مشرح سے مزیّن فرمایا جائے

المستفتی بندہ عاصی ہادی حسن از پٹیالہ

جواب - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ ثقتی۔ جو کچھ کہ ان اوراق میں لکھا گیا۔ ان میں سے ایک بات بھی اس کی کسی مقتل یا کسی کتاب یا کسی تاریخ میں دیکھی اور سُنی نہیں گئی الیٰ آخرہٖ۔ دیکھو رسالہ نزہتہ المشتاق از صفحہ ۱۷ تا ۲۸ (۱۷) کہتے ہیں۔ کہ اُمت محمدیہ کی نجات اور بخشش کی کوئی صورت نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ امام حسین علیہ السلام اپنی جان قربان کریں۔ پس انھوں نے بکمال صبر و استقلال سے امت کی بخشش کی خاطر اپنی جان قربان کردی اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے۔

اس مسئلہ کے متعلق ہم ایک نوٹ رسالہ البرہان سے نقل کرتے ہیں وہو ہذا۔

"ضروری تکملہ"

"بعد معلوم ہونے اسرار شہادت کے کیا یہ کہنا درست ہے کہ حسینؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے؟ اب ہم جو چاہیں کریں۔ معاف ہیں کیونکہ تمام اُمت کے تمام گناہوں کا بوجھ امام حسین نے اپنے اوپر لے لیا

اور اس لئے گھر بار نذر کر دیا۔ جیسا کہ حضرات نصاریٰ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ تمام اہل عالم کا کفارہ ہو گئے۔ انھوں (عیسیٰ) نے تین روز معاذ اللہ جہنم میں رہ کر سب کے گذشتہ و آیندہ گناہ بخشوا دئے۔ اب جو شخص اُن پر ایمان لے آئے۔ اور تصدیق کرے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ وہ بہشتی ہے۔ خواہ کوئی نیک عمل نہ کرے۔

لیکن یہ امر موجب ابطال شرائع و احکام ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر تکالیف شرعیہ صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟ و نیز یہ اغرا بالشر (برائی کی ترغیب دینا) ہے۔ خدا کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ وہ اپنے برگزیدہ بندہ کو مصائب میں مبتلا کر کے یا معاذ اللہ جہنم میں ڈال کر باقی تمام مخلوقات کو مطلق العنان چھوڑ دے کہ جو چاہو کیا کرو۔ جو گناہ کرو معاف ہے۔ نصاریٰ کا یہ عقیدہ باطل ہے اور یقینی تدین اسلامی کے خلاف ہے۔ پھر علمائے اہل اسلام کب اسکو قبول کر سکتے ہیں۔ کہ ایک شخص سب کی طرف سے کفارہ ہو جائے۔ اور باقی سب جو چاہیں کرتے پھریں سب معاف .... یہ بالکل غلط ہے کہ بس امام حسینؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ جو جی چاہے کرو۔ سب گناہ مغفور کسی عمل نیک کے کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ بجائے نیکی کی ہدایت کرنے کے اور عمل نیک کرانے کے امام حسینؑ ہم کو مطلق العنان بنا گئے ہیں۔ کہ میں تم سب کی طرف سے کفارہ ہو گیا اب جو چاہو کرو۔ شرابیں پیو۔ زنا کرو۔ ظلم کرو۔ یتیموں کو لوٹو۔ جھوٹی گواہیاں دو۔ سود کھاؤ۔ فتنہ و فساد کرو۔ دنیا بھر کے بُرے کام کرو۔ سب معاف معاذ اللہ معاذ اللہ حاشا و کلاّ۔ یہ دین کو برباد کرنا شریعت کو مٹانا اور قرآن کو معطل کرنا ہے .... حسینؑ اس لئے شہید ہوئے کہ تم نیک بنو اور نیکی کرو۔ اور دین اسلام دنیا میں باقی رہے۔ اور اُس کے

عوض میں، دو جہان کی نعمت پاؤ۔ اور بہشت ہمیشہ میں حاصل کرو۔ نہ اس لیئے کہ نہ نماز پڑھو اور نہ روزہ رکھو اور نہ تمام عمر زکوٰۃ دو نہ خمس نکالو۔ نہ کبھی حج کا رُخ کرو۔ سُود کھاؤ۔ شراب پیو۔ ظلم کرو۔ یتیموں کا مال کھاؤ۔ اور دنیا بھر کے بُرے کام کرو۔ اور پھر چلتے ہوئے بہشت کی کُنجی ساتھ لیتے جاؤ دیکھو خود ائمہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص نماز کو سبک وخفیف سمجھے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور اسکو ہماری شفاعت نہ پہنچے گی۔ اور نماز قبول ہوئی۔ تو اسکے اور اعمال بھی قبول ہیں۔ اور اگر یہ قبول نہ ہوئی۔ تو کچھ قبول نہیں۔ .... مومنین کے لئے بہشت ضرور واجب ہے۔ لیکن جانکنی عذاب قبر۔ عذاب برزخ۔ عقبات وصراط کی تکالیفوں سے چھٹکارا مشکل۔ جناب امیرالمومنین فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے ہمارے دوست ایسے بھی ہونگے۔ جن کو مدت تک ہماری شفاعت نہ پہنچے گی۔" رسالہ البرہان لاہور جلد۲ نمبر۱۲ (شہید نمبر) بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۴۴ تا ۴۷

(۱۸) کہتے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام کی ایک بیٹی سکینہ نام شام کے قید خانہ میں اپنے قید خانہ میں اپنے پدر بزرگوار کے غم میں گھل گھل کر فوت ہو گئی تھیں۔ اور اس واقعہ کے متعلق ۲۵ محرم کو ایک خاص مجلس منعقد کیجاتی ہے۔ حالانکہ علمائے شیعہ نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ سکینہ نام کی کوئی لڑکی امام حسین کی زندانِ شام میں فوت نہیں۔ اور جو روایت سکینہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ غلط اور بے اصل ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے لکھا ہے۔ "در اسمش اختلاف است بعضے رقیہ بعضے زبیدہ وبعضے زینبؑ نوشتہ اند وآنچہ مشہور سکینہ است اصلش معلوم نیست۔" نہر المصائب حصہ پنجم مجلس شصت وسوم حاشیہ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ لکھنؤ

اس موقعہ پر یہ بھی یاد رہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کی جن صاحبزادی کا سکینہ نام ہے۔ وہ بعد واقعہ کربلا چھپن سال تک زندہ رہیں۔ اور یہیں

بعد دیگرے چار پانچ نکاح اُن کے ثابت ہیں۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے۔ کہ واقعہ شہادت کے جلدی بعد ان کو مصعب بن زبیرؓ نے اور جب عبدالملک بن مروان نے مصعب کو شہید کیا۔ تو عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام برادر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اور اسکے بعد عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے بھائی اصبغ بن عبدالعزیز نے اور اس کے بعد زید بن عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔

پھر فاطمہ بنت امام حسینؑ کی وفات ۱۱۷ھ بمقام مدینہ کا ذکر کرکے سکینہؑ کی وفات کا واقعہ ہونا بھی اسی سال میں حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

"خواہرش سکینہ ہم دریں سال ازیں جہان فانی بہ سرائے جاودانی تحویل داد۔"

(ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۱۳)

(۱۹) حضرت شہربانو کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ علی اصغر۔ علی اکبر کی والدہ تھیں۔ اور یہ کہ معصوم اصغر اور نوجوان علی اکبر کی شہادت کے بعد اور امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے انھوں نے امام حسین سے عرض کیا۔ کہ مجھکو مہربانی کرکے اپنے وطن میں واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ بعد آپکی شہادت کے جب حرموں کو قید کرکے کوفہ اور شام میں لیجائینگے۔ اور دوسری بیبیاں چونکہ عرب کی قوم ونسل سے ہیں۔ غالباً مسلمان انکی عزت وحرمت کا پاس کرینگے۔ لیکن میں چونکہ عجمی الاصل ہوں۔ شائد میرا پاس ان کے برابر نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر امام نے ان کو گھوڑے پر سوار کرکے طوس کی طرف روانہ فرمادیا۔ اثنائے راہ میں شہربانو کی ملاقات اُن کے بھائی سے ہوئی۔ جو مدینہ میں واسطے ملاقات امام حسین اور ہمشیرہ وہمشیرہ زادگان خود آرہا تھا۔ اور آخر کوہ رے میں جاکر غائب ہوگئیں حالانکہ علمائے شیعہ نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ صرف امام زین العابدین علیہ السّلام کی ماں تھیں۔ اور یہ کہ امام موصوف کے پیدا ہوتے ہی وہ فوت ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ امام زین العابدین کی عمر واقعہ کربلا کے وقت تیئس[۲۳] برس تھی۔ گویا شہر بانو کو فوت ہوئے ۲۳ برس ہو چکے تھے۔ جلاء العیون اردو باب ۶ فصل اول جلد دوم صفحہ ۵۸۳ و صفحہ ۵۸۴ و لولو و مرجان ۱۴۶۔

اب جو بی بی ۲۳ سال پہلے سے فوت ہو چکی۔ ان کے متعلق ظاہر کرنا کہ وہ کربلا میں موجود تھیں۔ اور وہ بطرف طوس کے تشریف لے گئیں اور کوہ سے میں جا کر غائب ہو گئیں (بحور الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ مجلس ۵۸) کس قدر تعجب خیز ہے۔

(۲۰) کہتے ہیں۔ کہ جناب شیر خدا علیہ السلام نے مدینہ میں ایک شیر بچہ کو بذریعہ ایک بھیڑنی کے پال رکھا تھا۔ جس کا نام ابو الحارث تھا۔ جب وہ بڑا ہو گیا۔ تو لوگ اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس واسطے جناب علی نے اسکو حکم دیا کہ جنگل کو چلا جائے۔ لیکن اسکو امام حسین سے اس قدر محبت تھی۔ کہ ایک دم کی جدائی شاق تھی۔ آخر چار و ناچار اسکو رخصت کر دیا گیا۔ اسکے علاوہ کہتے ہیں۔ کہ شہیدوں کے لاشوں پر عمر بن سعد کے حکم سے گھوڑے دوڑائے گئے۔ (کتاب اللہوف صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی بحور الغمہ جلد ۲ مجلس ۵۷ صفحہ ۲۷۲)

سو واضح ہو کہ ابو الحارث کی ایک روایت حضرت فاطمہ زہرا کی لونڈی فضہ سے اصول کافی میں مندرج ہے۔ لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ جناب علیؓ نے بچپن سے اسکی پرورش فرمائی تھی۔ اگر ایسا ہونا امر واقعہ ہوتا۔ تو شارحین حدیث ضرور اس کو لکھتے۔ اسی طرح اس روایت مندرجہ اصول کافی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عمر بن سعد کے لشکر نے گھوڑے دوڑانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور وہ بھی صرف امام حسین کے لاشہ پر۔ لیکن ابو الحارث کے نمودار ہو جانے اور لاشہ امام پر دونوں ہاتھ پھیلا کر بیٹھ جانے اور لاشہ امام پر دونوں ہاتھ پھیلا کر بیٹھ جانے کو دیکھکر سب اہل لشکر خوف زدہ ہو گئے۔ اور اس ارادہ بد سے باز آ گئے (دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد حسین ابن علی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۶ و کتاب صافی شرح کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۰۲

جزو ۲ حصہ ۲ در جلاء العیون اردو صفحہ ۵۰۲

(۲۱) کہا جاتا ہے۔ کہ امام حسینؑ کے مقابلہ میں جو لشکر کربلا میں آیا تھا۔ وہ سب کے سب یا زیادہ تر ان میں شامی لوگ تھے۔ حالانکہ بڑے بڑے علمائے محققین نے تحقیق سے لکھا ہے۔ کہ لشکر اعداء میں سب کے سب کوفی تھے۔ اور ان میں کوئی شخص شامی یا حجازی نہ تھا۔ مقتل ابو مخنف مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۰ "لیس فیھم شامی و لا حجازی" لولو و مرجان مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۶ "و در آنہا مطابق خبر معتبر شامی و حجازی نہ بود و ہمہ از کوفہ بودند"

(۲۲) کہتے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام اپنی ایک صاحبزادی کو جو خورد سال تھیں۔ مدینہ میں چھوڑ آئے تھے۔ اور اسکا نام صغرا بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ اوپر کسی جگہ ثابت کر چکا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ یعنے فاطمہ و سکینہ اور آپ کی تیسری کوئی صاحبزادی تھی ہی نہیں۔

ننھی صغرا کی تنہائی اور بے قراری کو کئی موقعوں پر دُہرایا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح سامعین کو دردناک روایات سُنا کر زار زار رُلایا جاتا ہے۔ لیکن ان کو یہ معلوم کر کے کسقدر تعجب ہوگا۔ کہ صغرا نام کی کوئی لڑکی ہی امام حسینؑ کی نہ تھی۔ پھر وہ مدینہ میں کس کو چھوڑ آئے تھے اور کیوں؟ کیا کوئی صاحب اولاد یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ امام حسین جیسے شفیق باپ اور سب عیال و اطفال کو تو سفر میں ساتھ لیجائیں۔ لیکن ایک روتی اور چلاتی ہوئی معصوم بچی کو خواہ مخواہ مدینہ میں چھوڑ جائیں۔ کیا دوسری اولاد کی طرح یہ بچی آپ کی لخت جگر نہ تھی۔ یا کیا اس بچی کو اپنے والدین اور دوسرے بھائی بہنوں کے ساتھ ایسی محبت نہ تھی۔ کہ آپ کے ہمراہ جانا گوارا نہ کیا۔

اس روایت کی تردید کے لئے فاضل مجتہد نوری کا یہ پُر عتاب فقرہ جو مرثیہ خوانوں کے حق میں آپ نے فرمایا ہے۔ قابل دید ہے "و براے ذریۂ طاہرہ شرکائے بہم بافتہ خصوص براے حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام بعض را در مدینہ گذاشتند و بعض را در کربلا شوہر دہند" لولو و مرجان صفحہ ۱۵۲

ترجمہ۔ اور اہلبیت کی پاک نسل میں جھوٹ موٹ نام کے شریک پیدا کر دیئے ہیں۔ خاص کر امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں کہ بعض کو مدینہ میں چھوڑ آنا بیان کرتے ہیں۔ اور بعض کی کربلا میں شادی رچاتے ہیں۔

(۲۳) امام حسین کے ایک صغیر بچہ کی پیاس اور اسی پیاس میں اُسکا مارا جانا بھی رونے رُلانے کا رقت انگیز واقعہ ہے۔ لیکن فاضل نوری کو اس روائیت کی صحت میں بھی کلام ہے۔ چنانچہ اوپر کی عبارت مندرجہ نمبر ۲۲ کے متصل بعد میں لکھتے ہیں۔ "و بعضے را بجہتہ صدق کلام حضرت جبرئیل صغیر ھلم یمیتہم العطش در کربلا از تشنگی بخشند" لولو و مرجان صفحہ ۱۵۲

(ترجمہ) بعض (اولاد امام حسین) کو واسطے تصدیق کلام حضرت جبرئیل کے کہ اُن کے خورد سالوں کو پیاس مار دے گی۔ کربلا میں بباعث پیاس کے مار دیتے ہیں۔ (یعنے مرثیہ خواں ان کی وفات کا باعث تشنگی بیان کرتے ہیں)

(۲۴) کہا جاتا ہے۔ کہ بعد واقعہ شہادت کئی روز تک شہداء کے لاشے بے کفن و دفن گرم ریگستان کربلا میں پڑے رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیسویں دن جب امام زین العابدین ابن زیاد کی حراست سے باعجاز امامت رہائی پاکر اور نظر بچاکر کربلا میں آئے۔ اور اپنے پدر بزرگوار اور سارے شہداء کو دفن کرکے واپس چلے گئے۔

سو معلوم رہے کہ اکثر محققین نے بروایت معتبر لکھا ہے۔ کہ جب امام حسین ع شہید ہوگئے۔ اُسی روز عمر بن سعد نے اہلبیت کرام کو کوفہ روانہ کر دیا۔ اور آپ دوسرے روز تک وہاں رہا۔ اور اپنی فوج کے کشتگان نجس کو دفن کیا۔ مگر شہدائے اہلبیت و انصار کے لاشوں کو اسی طرح خاک و خون میں چھوڑ دیا۔ جب وہ میدان کربلا سے چلا گیا۔ تو اہل غاضریہ قبیلہ بنی اسد سے آئے۔ اور ان جسد ہائے مطہر و بدنہائے مکرم پر نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔ اور جسد مطہر معتبر امام حسین کو اس مکان شریف میں جہاں بالفعل ضریح مقدس ہے۔ دفن کیا۔ و علی بن الحسین یعنے

علی اکبر کو بائیں پلنے آں سرور دفن کیا۔ اور جمیع شہداء کو پائیں پائے علی اکبر ایک جگہ دفن کر دیا۔ اور حضرت عباس کو نزدیک فرات اسی جگہ جہاں شہید ہوئے تھے۔ دفن کیا۔ کتاب لولو و مرجان صفحہ ۷۷ وکتاب ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۴۲ وکتاب اللہوف مطبوعہ بمبئی صفحہ ۷۹ وکتاب مثیر الاحزان صفحہ ۳۸ وجلاءالعیون اردو صفحہ ۴۹۳ وبحور الغمہ جلد ۲ مجلس ۳۳ صفحہ ۱۹۹۔

پس اس روایت سے ظاہر ہوگیا۔ کہ شہادت کے تیسرے دن قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے جو گرد و نواح میں آباد تھے۔ کربلا میں آکر امام حسینؑ اور دوسرے شہداء کو انہی مقامات پر دفن کر دیا۔ جہاں کہ آج بھی ان کے مزار ہیں۔ پھر شہداء کے چالیس دن یا بیس دن بے کفن و دفن رہنے کی شکایت بے اصل۔ اور اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام کے کربلا میں بغرض نماز جنازہ و دفن آنے کی روائیت بھی بے اصل ثابت ہو گئی۔ کیونکہ جس امام حسین کو اور جس شہید کو بنی اسد نے ایک دفعہ اپنی منشاء کے مطابق جس طرح اور جہاں چاہا دفن کردیا۔ اور آجتک وہیں دفن ہیں۔ پھر ان کو امام زین العابدین نے کیوں اور کہاں دفن کرنا تھا۔ اور کیا۔ دوسرے کسی تاریخ یا مقتل سے ثابت نہیں۔ کہ کوفہ سے کسی وقت امام زین العابدین ابن زیاد کے نگہبانوں سے غیر حاضر اور روپوش ہو کر کہیں چلے گئے ہوں۔ اور پھر اعجاز امامت اور زور امامت کا کرشمہ بھی تو جب ہی پذیرائی ہوتا۔ کہ صرف بنی اسد کا بلا شرکت غیرے دفن کرنا مروی نہ ہوتا۔ یا پھر خود بنی اسد کی زبانی ہی مروی ہوتا۔ کہ امام زین العابدین بھی بوقت جنازہ اور دفن کربلا میں ہمارے ساتھ موجود تھے۔ یا کیا بنی اسد جیسے خیر خواہوں سے بھی مخفی در مخفی رہنا ضروری تھا۔ کیا اہلبیت کا خاندان ایسا ناقدر شناس ہے۔ کہ جن لوگوں نے امام حسینؑ اور دوسرے شہداء بیکس کو محض رضائے خدا کی خاطر دفن کرکے اتنا بڑا احسان کیا تھا۔ امام ابن امام کی زبان سے دو کلمے شکریہ کے بھی انکو نہ کہے گئے۔ کیا ایسے فعل کو اعجاز امامت کہہ سکتے ہیں؟ غرض بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں جن

میں سے بعض کے بیان نمبر ۲۷ میں دیکھو۔

(۳۵) کہا جاتا ہے۔ کہ حرم ہائے محترم کو بے کجاوے شتروں پر سوار کیا گیا حالانکہ روایات سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ حرم محترم بے ستر اور ننگے اونٹوں پر سوار نہیں تھے۔ بلکہ محملوں کے اندر پردہ میں تھے۔ چنانچہ منجملہ ان خطبات کے جو امام حسین ع کی واجب الاحترام بہنوں سے اہل کوفہ کو ملامت کرنے پر بمقام کوفہ مروی ہیں۔ جنابہ ام کلثوم کے خطبہ کے ذکر کرنے سے پہلے علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔

پس ام کلثوم دوسری دختر جناب فاطمہ ؑ نے صدائے گریہ بلند کی۔ اور ہودج سے آواز دی۔ کہ اے اہل کوفہ تمہارا حال بد ہو۔ اور تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بلایا۔ اور انکی مدد نہ کی۔ الخ جلاء العیون اردو صفحہ ۵۰۵

دوسری جگہ لکھا ہے۔ کہ اہلبیت کو اس حالِ زار میں دیکھکر جب اہل کوفہ کی عورتیں رو رہی تھیں۔ ام کلثوم نے جب انکی صدائے گریہ سنی۔ محمل سے آواز دی اور فرمایا اے اہل کوفہ تمہارے مردوں نے ہمکو قتل کیا۔ اور اب تمہاری عورتیں روتی ہیں۔ الخ جلاء العیون اردو صفحہ ۵۰۷۔

ہر دو محولہ عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اہلبیت کرام کے لئے باقاعدہ پردہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اونٹوں پر محمل اور ہودج لگے ہوئے تھے۔ اور خاتونانِ اہلبیت ان کے اندر پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبھی تو لکھا ہے۔ کہ ہودج سے آواز دی اور محمل سے آواز دی۔

اِس جگہ نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ جو بے دین اور بے حیا دشمن تھے۔ انہوں نے تو خواہ رسم و رواج کے لحاظ سے خواہ اہلبیت نبوت کے احترام کی خاطر امام زادیوں کو بے ستر نہ کیا۔ اور نہ ننگے اونٹوں پر سوار کیا۔ لیکن محبّانِ اہلبیت کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ جب تک انکو برہنہ سر اور بے ستر اور ننگے اونٹوں پر سوار نہ کرائیں۔

(۲۶) کہتے ہیں۔کہ امام حسینؑ کا سر مبارک یزید کے پاس بھیجا گیا اور یہ کہ اس نے سر مبارک کی بڑی بے ادبی کی۔کبھی اپنے سامنے رکھکر چھڑی ماری۔کبھی کہتے ہیں کہ اپنے محلسرائے پر اسکو لٹکا دیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن روایات معتبرہ سے ثابت ہو گیا ہے۔کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شام میں گیا ہی نہیں۔کیونکہ لکھا ہے۔کہ جب کوفہ سے بطرف دمشق اشقیاء لے جا رہے تھے۔ایک شیعہ مخلص نے اس کو چرا لیا۔اور نجف اشرف میں نے جا کر جناب علی علیہ السلام کے پہلو میں دفن کر دیا۔دیکھو کتاب فروع جلد اول صفحہ ۴۵۹ و ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۸۹ و کتاب طراز مذہب مظفری مطبوعہ بمبئی

(۲۷) کہا جاتا ہے۔کہ امام حسین علیہ السلام اور دوسرے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارک تن سے جدا کئے گئے۔اور نوک نیزہ پر سوار کر کے ایک ایک سپاہی کے حوالے کئے گئے۔اور اسی طرح کربلا سے انکو کوفہ میں اور کوفہ سے شام تک لے گئے۔اور علاوہ اس کے سروں کے متعلق اس قسم کی روایات سنایا کرتے ہیں۔کہ فلاں بی بی نے جب فلاں سر کے واسطے خواہش کی۔تو وہ سر باعجاز امامت نوک نیزہ سے اس بی بی کی گود میں آ گیا۔وغیرہ وغیرہ

ناظرین کو جیسا کہ روائیت نمبر ۲۶ میں ثابت کیا گیا ہے۔امام حسینؑ کے سر مبارک کا کسی قدر حال تو معلوم ہو گیا۔لیکن اگر خوب غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر واقعہ نہیں۔بلکہ دوسری روایات کی طرح بیچارے بھولے بھالے مومنین کو رلانے کے لئے ایک بات بنائی گئی ہے۔اور بس بڑی بات تو امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی تھی۔اگر اس کو بدن مطہرؓ سے کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے ہوں تو عجب نہیں۔لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔کہ دوسرے شہداء کے سر مبارک کو کاٹنے کی چنداں ضرورت کیا تھی؟ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جاوے تو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مثلاً

(۱) یہ کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام ابن زیاد کی حراست سے نظر بچا کر باعجاز

امامت واسطے دفن کرنے امام حسین و دیگر شہداء کے کربلا میں آئے تھے۔ اور دفن کئے پھر واپس کوفہ میں چلے گئے تھے۔ اُن سر ہائے مبارک کو ساتھ لائے تھے یا نہ۔

(۲) اگر ساتھ لائے تھے۔ تو اُن کے نگہ بانوں اور نیزہ پر اٹھانے والونکی رضامندی سے یا زبردستی سے اگر رضامندی سے لائے تو کس طرح ؟ کیا ان کو ابن زیاد جیسے جابر اور ظالم گورنر کا خوف دامنگیر نہ تھا۔ اور اگر زبردستی سے تو وہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے۔ سپاہی کسی دُور دست جنگل بیابان میں تو تھے نہیں۔ بلکہ خاص دار الامارۃ کوفہ میں تھے۔ وہ تو فوراً اپنے افسر یا ابن زیاد کو رپورٹ دے سکتے تھے۔

(۳) اگر ساتھ نہیں لائے تھے۔ تو ماننا پڑیگا کہ بے سر لاشوں کو دفن کر دیا گیا۔ اگر بے سر لاشوں کو دفن کیا تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ سر پھر کہاں گئے۔ کیا کسی دریا میں بہا دئے گئے یا کسی ظالم نے دیوار میں ان کو چنوا دیا تھا۔

(۴) اگر کہا جائے کہ بوقت روانگی از شام امام زین العابدین علیہ السلام یزید کے پاس سے سب سروں کو ساتھ لائے تھے تاکہ کربلا میں جاکر دفن کرینگے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا اس موقعہ پر کربلا میں آنا ثابت ہی نہیں جیسے کہ اوپر گزرا۔ دیکھو روایت نمبر ۱۲

(۵) جب کربلا میں ان کو دفن نہیں کیا گیا۔ تو ثابت کرنا چاہئیے کہ پھر خالی سروں کو کس جگہ دفن کیا گیا۔ کیا مدینہ میں کوئی ایسا مدفن پایا جاتا ہے۔ مدینہ میں نہیں۔ تو کسی اور مقام میں ہی سہی ؟

(۶) یاد رہے کہ علامہ مجلسی بھی اُن بزرگ علماء میں سے ہیں۔ جنھوں نے بوقت واپسی شام بروز چہلم امام زین العابدین علیہ السّلام کے کربلا میں تشریف لانے سے انکار کیا ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ان کی تحریری رائے سے نہ صرف امام موصوف کے دوبارہ کربلا میں آنے کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ امام حسین کے سر مبارک اور تیز سر ہائے شہدائے کربلا کو اپنے ساتھ لانے اور بدن سے ملا کر دفن کرنے کا بھی چنانچہ ناظرین کی تسلی کے لئے وہ خاص مقام یہاں پر نقل کر دیتا ہوں :۔

"در باب سر مبارک سید الشہداء علیہ السلام اہلسنت میں بہت اختلاف ہے۔ مگر علمائے شیعہ میں یہ مشہور ہے۔ کہ حضرت امام زین العابدین معہ سرہائے شہداء روز اربعین کربلا میں آئے۔ اور ان سروں کو بدن سے ملحق کیا۔ یہ قول بحسب روایات بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔"

جلاء العیون اردو صفحہ ۵۲۹

پس جب امام زین العابدین علیہ السلام کربلا میں چہلم کے موقعہ پر آئے نہیں۔ اور سرہائے شہدائے کربلا کو ساتھ لائے نہیں۔ اور نہ کہیں ان سروں کا مدفن موجود ہے۔ تو کیا اس سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ سوائے امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے جس کا کوفہ سے معرفت ایک جان نثار موالی کے چرایا جانا ثابت ہے۔ اس کا نجف اشرف میں دفن کیا جانا بھی ثابت ہے۔ اور کسی کا سر کاٹا ہی نہیں گیا ہے۔

(۴) مثل۔ کہتے ہیں کہ جب حرم ہائے اہلبیت کرام کوفہ سے شام کو آرہے تھے۔ تو یزید انکی آمد کے انتظار میں چشم براہ تھا۔ اور جب حرم محترم دمشق میں آگئے۔ تو اس نے فتح کی خوشی میں مجلس نشاط منعقد کی اور اپنے مصاحبوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا۔ اور اسی حالت میں امام زین العابدین اور حرموں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور ان کو اس حالت ذلت و بیکسی میں دیکھکر بہت خوش ہوا۔ وغیرہ وغیرہ سوائے بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ اس وقت یزید ایک سخت مرض میں مبتلا اور طبیب کے زیر علاج تھا۔ چنانچہ اصل عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

(۱) روایت ہے کہ جس وقت یزید ملعون کو خبر پہنچی۔ ایک طبیب اس کے پاس ایک مرض کے معالجہ کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں گرم پانی میں رکھے تھے۔ اسی حال میں کوئی شخص وارد ہوا۔ اور آکر کہا کہ تیری آنکھ روشن ہو۔ کہ امام حسین کا سر مبارک آگیا ہے۔ اس ملعون نے غضبناک ہو کر کہا کہ تیری آنکھ روشن نہ ہو۔ پھر طبیب کو کہا کہ اپنا کام جلدی سے ختم کر۔ پھر ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور انگلی دانتوں سے کاٹ لی۔ اور خط حاضرین مجلس کو دیا کہ پڑھیں۔ مہیج الاحزان مطبوعہ ایران

(۲) ایک اور روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب وہ مصیبت کے مارے (حرم محترم اہلبیت)

یزید کی مجلس میں وارد ہوئے۔ اور اُس ولد الزنا (یزید) کے روبرو لاکر کھڑے کئے گئے جناب فاطمہ دختر امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ اے یزید کیا قیامت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں اس حالت بیکسی میں تیرے حضور میں لائی جائیں اور کھڑی کی جائیں۔ سب اہل مجلس رو پڑے اور رونے کی صدا یزید کے گھر سے بلند ہوئی۔ مہیج الاحزان صفحہ ۳۲۲ س ۵

لٹی نہ ہو کسی دل کی بسی ہوئی بستی ؛ بہت بلند ہو اکبر صدائے واویلا

(۳) شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ پھر اہلبیت کرام کے اسیروں اور عورتوں اور بیکسوں کو طلب کیا۔ جب اس لعین (یزید) کے روبرو آئے اور بیٹھے۔ تو اس نے اُن کا حال بہت ہی قابلِ رحم اور افسوسناک دیکھا تو کہا کہ برا ہو ابن زیاد کا۔ اگر اسکے اور تمہارے درمیان کوئی قرابت کا رشتہ ہوتا۔ تو وہ تمہارے ساتھ ایسا نہ کرتا۔ اور تم کو اس حال پُر ملال میں شام کی طرف روانہ نہ کرتا۔ مہیج الاحزان صفحہ ۳۲۵

(۴) اس کے ساتھ ہی ایک روایت ہے کہ یزید نے ہر ایک اسیر غم کا نام دریافت کیا۔ اور جو کہ ساتھ کے ساتھ بتلائے جاتے تھے۔ جب سکینہ کی باری آئی تو وہ رو پڑیں اس پر یزید بھی رو پڑا۔ اور کہا کہ خدا لعنت کرے پسر زیاد پر۔ پیغمبر کی آل پر کس قدر سنگدلی کو روا رکھا۔ مہیج الاحزان صفحہ ۳۲۵

(۲۹) کہتے ہیں۔ کہ حرمہائے اہلبیت کرام کو ایک زندانِ خاص میں قید کیا گیا جہاں پر نہ سایہ تھا نہ روشنی۔ گویا ایک پرانا مکان تھا۔ اور وہاں اسواسطے قید رکھا کہ یہ مکان قیدیوں کے سر پر ٹوٹ پڑے۔ اور جہاں پر ان کے عزت و احترام تو درکنار معمولی استراحت و آب و طعام کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ اور بیچارے قیدیوں کو زندان کے پہرہ دار رونے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ کہ ہماری نیند میں خلل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید نے اہلبیت کرام کو اپنے محل سرائے شاہی کے ایک مکان میں ٹھہرایا تھا۔ اہلبیت کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے

اُس نے خود بھی بہت کچھ افسوس کیا اور معذرت خواہی کی۔ جیسے کہ اوپر کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ صرف خود بلکہ اپنی عورتوں کو حکم دیا۔ کہ زنان اہلبیت سے علیحدہ علیحدہ معافی مانگیں۔ اور ان کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کو صبح و شام اپنے دسترخوان پر بُلاتا۔ اور بغیر ان کی موجودگی کے ایک لقمہ نہ کھاتا۔ چنانچہ اس کی تصدیق روایات ذیل سے بخوبی ہو سکتی ہے :-

(۱) یزید فرمان کرد تا علی بن الحسین و اہلبیت را در سرائے مخصوص با ایشان فرود آوردند و آنچہ مایحتاج ایشان بود فراہم ساختند و تا آں حضرت (امام زین العابدین) حضور نہ یافتے۔ تغذّی و تعشّی نہ نمودے۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۴۴ و جلاء العیون ۵۲۷ باب ۵ فصل ۱۵

(۲) ثم امر بالنسوۃ ان ینزلن فی دار علیحدۃ معھن اخوھن علی بن الحسین علیھما السلام فافرد لھم دارا یتصل بدار یزید۔ بحوالہ ارشاد شیخ مفید لولو والمرجان صفحہ ۱۱۴۔

ترجمہ۔ پھر یزید نے عورتوں کو حکم دیا۔ کہ ایک علیحدہ مکان میں مع اپنے بھائی علی بن حسین کے اتاری جائیں۔ پس ایک مکان جو یزید کے مکان کے متصل تھا۔ خالی کرایا گیا

(۳) وکان بیدہ منديل یجعل یمسح دموعہ فامرھم ان یحولن الی ھند بنت عامر فادخلن عندھا فسمع من داخل القصر بکاء و نداء و عویلا۔ خلاصۃ المصائب مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۲

ترجمہ۔ یزید کے ہاتھ میں رومال تھا۔ پس وہ اس سے اپنے آنسو پونچھنے لگا اور حکم دیا کہ حرم ہائے محترم کو ھند بنت عامر کے پاس لیجاؤ۔ پس وہ اس کے مکان میں داخل ہوئیں۔ محلسرائے میں داخل ہوتے ہوئے رونے چلانے کی آواز سنائی دی ہے۔ خادم

شہیدِ کربلا کا قافلہ کوفہ سے آیا ہے ❊ فغاں بیکساں نے آسماں سر پر اٹھایا ہے
نشانہ تیرِ غم کا اے فلک کس کو بنایا ہے ❊ کہ مصروفِ بکا ہر اک ہر اپنا پرایا ہے
پھرے بے خانماں ناموسِ پیغمبر قیامت ہے ❊ اسیرِ غم ہے نسلِ حیدرِ صفدر قیامت ہے

اسجگہ واضح ہو کہ ھند بنت عامر یزید کی بیوی تھی۔ اور بقول ملا باقر مجلسی پہلے اس کے

جناب امام حسینؑ کی خدمت میں تھی (جلاء العیون صفحہ ۵۲۶ باب۵ فصل ۱۵)

(۲۹) ھندہ و زنان آل ابوسفیان ہر یک بہ تسلی یک تن از اہلبیت زبان برکشودند۔ و بہ ہزار گونہ معذرت و ضراعت از حضرت سید الساجدین سلام علیہ مسئلت کردند۔ طراز مذہب مظفری مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۵۷

(ترجمہ) ھندہ اور خاندان ابوسفیان کی عورتوں میں سے ہر ایک نے ہر ایک حرم اہلبیت سے بات چیت کی۔ اور امام زین العابدین کی خدمت میں ہزار قسم کی معافی اور عذر خواہی کی درخواست کی۔

روایات متذکرہ بالا سے بخوبی واضح ہو گیا کہ حرمہائے اہلبیت کرام کو دمشق میں وارد ہوتے ہی کس عزت و احترام کے ساتھ محلسرائے شاہی میں اتارا گیا۔ اور انکی خدمتگذاری کے لئے یزید نے اپنی خاص بیوی ھند کو مقرر کیا۔ ھند کو جو خلوص اور عقیدت اہلبیت سے تھی۔ وہ بھی اس سے ظاہر ہے کہ بقول ملا باقر مجلسی وہ پیشتر امام حسین کی خدمت میں رہ چکی تھی۔ پس ھند کے مکان کو زندان یا خرابہ سے موسوم کرنا محض تعصب پر مبنی ہے۔ اگر زندان کو قصر شاہی کہنا خلاف واقعہ ہے۔ تو قصر شاہی کو زندان اور خرابہ کہنا اس سے بھی زیادہ خلاف واقعہ بلکہ شرمناک جھوٹ ہے۔

(۳۰) کہتے ہیں۔ کہ حرم ہائے اہلبیت کرام چالیس روز زندان شام میں رہے۔ بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ چھ ماہ تک رہے۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۷۰

حالانکہ روایات معتبرہ سے ثابت ہے۔ کہ شام میں اُن کا قیام چند روز ہی رہا بعض روایات میں بصراحت لکھا ہے۔ کہ صرف سات روز قیام رہا۔ چنانچہ

(۱) شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے فاقاموا ایاما لولو والمرجان صفحہ ۱۱۴ یعنے پس (اہلبیت کرام) وہاں ٹھہرے چند روز۔

(۲) (یزید نے) اہلبیت رسالت کو طلب کرکے اُن کو نہایت عزت و حرمت سے شام میں رہنے یا مدینہ منورہ کی طرف چلے جانے پر اختیار دیا۔ انہوں نے کہا اوّل ہم کو ہمیں امام مظلوم کے ماتم برپا کرنے کا حکم دے۔ اس نے کہا جو تمہیں منظور ہو

نہ کرو۔ اور ایک مکان اُن کے واسطے مقرر کیا۔ اہلبیت نے جامہائے سیاہ پہنے اور ملک شام میں جس قدر قریش و بنی ہاشم تھے۔ وہ ماتم و گریہ زاری و تعزیت و سوگواری میں ان کے شریک ہوئے۔ اور سات روز تک آں حضرت پر نوحہ وزاری کی روز ہشتم یزید نے اُن کو طلب کیا۔ اور عذر خواہی کر کے شام میں رہنے کی ان کو تکلیف دی۔ جب انھوں نے قبول نہ کیا محملہائے مزین ان کے واسطے آراستہ کئے الخ جلاء العیون صفحہ ۵۳۲ مقتل ابو مخنف مطبوعہ بمبئی صفحہ ۸۲

(۳۱) کہتے ہیں۔ کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی مدینہ کے حاکم کو فرمان لکھا تھا۔ کہ امام حسین علیہ السلام سے فی الفور بیعت لے لو۔ اور اگر وہ بیعت سے انکار کریں۔ تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یزید قتل امام پر راضی تھا۔

حالانکہ ثابت ہے کہ یزید نے حسب دستور صرف بیعت کے لئے لکھا تھا۔ اور وہ بھی نہ صرف امام حسین کے لئے بلکہ تین اور بزرگان قریش کے لئے بھی جن کی طرف سے اُس کو بغاوت و مخالفت کا اندیشہ تھا۔ یعنے عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبد اللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر دیکھو مقتل ابی مخنف صفحہ ۷ و جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۴۲۲۔ اور امام حسین علیہ السلام کا قتل تو اس کو کسی طرح پر منظور نہ تھا۔ ذیل میں چند روایات ملخصاً لکھی جاتی ہیں۔ ناظرین کرام کو خود تصدیق ہو جائے گی۔

(۱) امیر معاویہ نے یزید کو خاص طور پر وصیت کی تھی۔ کہ امام حسین کے قتل کا ارتکاب نہ کرنا۔ "چوں در حضرت حق حاضر شوی خون حسین بن علی در گردن نہ داشتہ باشی"۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۱۱

(۲) جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں اتر پڑے۔ اور حر شہید نے ابن زیاد کو اس سے مطلع کیا۔ تو علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ

"اُس شقی نے ایک خط امام حسین کو لکھا۔ اور اس میں تحریر کیا۔ مینے سنا ہے۔ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے خط لکھا ہے کہ آپ کو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں اور اگر انکار کیجئے تو یزید پاس بھیجدوں"۔ جلاء العیون صفحہ ۴۵۶

باب۳ فصل ۱۲ -

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے وارد کربلا ہونے تک یزید کی طرف سے کوئی حکم انکار بیعت کی بنا پر امام عالیمقام کو قتل کرنیکا صادر نہیں ہوا تھا۔ گورنر مدینہ تو بجائے خود بلکہ ابن زیاد بھی جو کہ یزید کی طرف سے خاص طور پر کوفہ کی بغاوت فرو کرنے اور باغیوں کو قرار واقعی سزا دینے پر متعین ہوا تھا۔ یزید کی طرف سے صرف بیعت لینے کا مجاز تھا۔ اور انکار کی صورت میں امام کو شام میں روانہ کر دینے کا ۔ لیکن قتل کرنیکا اسکو کوئی اختیار یزید نے نہیں دیا تھا۔

(۳) یزید قتل امام کا ذمہ وار ابن زیاد کو گردانتا ہے۔ جیسے کہ نمبر ۲۸ میں کتاب مہیج الاحزان سے حوالے دئے گئے ہیں۔ علاوہ براں اہلبیت کرام کے سامنے یزید نے بار بار اپنی برأت اور ابن زیاد کو بوجہ قتل امام حسین لعنت و ملامت کی ہے۔ چنانچہ یزید کا یہ قول اکثر کتب معتبرہ میں منقول ہے۔" خدا ے بجشد پسر مرجانہ (ابن زیاد) راکہ حسین رابکشت و مرا در ہر دو جہاں روئے سیاہ ساخت" طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۶ و جلاء العیون صفحہ ۴۳۷

(۴) یزید لختے سر فرود اشت و سخن نہ کرد و پس سر بر آورد و گفت قد کنت ارضیٰ من طاعتکم قتل الحسین اما لوکنت صاحبہ لعفوت عنہ ۔ اگر من حاضر بودم حسین معفو میداشتم۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۶۹ یعنے یزید تھوڑی دیر سر بگریبان رہا۔ اور بات نہ کی۔ پھر سر اٹھایا اور کہا کہ میرے حکم کی تعمیل اگر بغیر قتل حسین تم کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ اور اگر میں موجود ہوتا۔ تو ضرور ان کا قصور معاف کر دیتا اس سے ظاہر ہے کہ یزید قتل امام پر ہرگز رضامند نہ تھا۔ اور اسکی تائید آئندہ روایات سے بھی ہوتی ہے۔

(۵) جن ظالموں نے یزید کے پاس آکر قتل امام کی خوشخبری دی اور اس امید پر کہ حسب دستور شاہی ہم کو انعام و اکرام ملیگا۔ یزید نے ان کو بھی لعنت اور بد دعا کی ہے کتاب مہیج الاحزان سے ایک روایت اس بارہ میں نمبر ۲۸ میں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں ایک شخص محضر بن ثعلبہ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ اس نے اہلبیت کرام کے حق میں گستاخانہ

کلمے کہے۔ جس کے جواب میں یزید نے کہا ما ولدت ام محضر اشر الام ولکن قبح اللہ ابن مرجانہ۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۶۹ و کتاب مثیر الاحزان صفحہ ۴۰ مطبوعہ بمبئی۔ یعنی محضر کی ماں نے ایسا سخت شریر اور پرلے درجہ کا کمینہ بچہ نہ جنا ہوگا۔ لیکن خدا برا کرے ابن مرجانہ کا

(۶) شمر ذی الجوشن کا قاتل امام ہونا عام طور پر مشہور ہے اسکی نسبت لکھا ہے۔ کہ جب یزید کے پاس آکر اپنی خدمت کا صلہ مانگا۔ تو اس نے صاف انکار کردیا اور کہا۔ "ہرگز ترا از من جائزہ نہ خواہد رسید" اسپر شمر خائب و خاسر ہوکر واپس چلا گیا۔ اور اس طرح دنیا و آخرت سے بے نصیب رہا۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۶۹

(۷) پھر یزید کی نسبت تو لکھا ہے۔ کہ اس نے خاص قاتل امام حسین علیہ السلام کو قتل کرایا۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ

"قاتل نے سر مبارک آنحضرت اٹھا کر یہ رجز پڑھا کہ میری پشت کو طلا و نقرہ سے بھر دے اس لئے کہ مینے بادشاہ بزرگ کو قتل کیا۔ اور مینے اس شخص کو قتل کیا جو سب سے افضل ہے۔ یزید نے کہا جبکہ تو جانتا تھا کہ وہ ایسے بزرگ ہیں۔ پھر انکو کیوں قتل کیا۔ پس اس ملعون کے قتل کا حکم دیا۔" جلاء العیون صفحہ ۵۲۹ باب ۵ فصل ۱۵

خاتمہ

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ رسالہ اسرار روایات کربلا۔ انجام پذیر ہوگیا۔ عقلمند اور انصاف پسند کے لئے تو ایک دو مشہور روایات کی تردید بھی کافی ہوسکتی تھی لیکن یہاں تو پوری اکتیس روایات کی تردید نہایت خوش اسلوبی سے کی گئی ہے۔ اور روایات بھی وہ روایات جو واقعہ شہادت میں نہایت چیدہ و پسندیدہ عوام ہیں امید ہے کہ ناظرین کرام میری تحقیق کو کمال غور و خوض سے مطالعہ کرینگے۔ اسکے ساتھ ہی بامذاق اصحاب سے گذارش ہے کہ وہ رسالہ تذکرۃ الذاکرین کے لئے بھی جلدی درخواست بھیجدیں۔ کافی درخواستوں کے آجانے پر اسکی چھپائی کا بندوبست بھی انشاء اللہ کیا جائیگا۔ والسلام۔ خاکسار خادم حسین خادم

بمقام بھیرہ ضلع شاہپور

مرثیہ خواں کی مرثیہ خوانی

پند اک تجھ سے مری اے یار نوحہ خواں ہی
ناصح مشفق ہوں گر سن لے تو کیا نقصان ہے

سارے ذاکر ہیں جو تارے تو مہِ تابان ہے
نام روشن تیرا از لاہور تا ملتان ہے

یوں تو تُو لے دے کے ابجد خواں کہ اردو خوان ہی
مجلسی کی سی مجالس میں پہ تیری شان ہے

علم سے عاری ہے تو۔ اخبار سے بھی بیخبر
فقہ سے واقف ہے نہ کچھ ماہر قرآن ہے

ہے نہ ملا مولوی نے ناصح مشفق ہے تو
ہاں اگر ہے تو نرا افسانہ گو۔ لسان ہے

بین تیرے سن کے ہوں بیچین مرغانِ ہوا
عرو ذرن پُردرد نالیں سے تیرے نالان ہے

خبط اوروں کے رُلانے کا تجھے ہر آن ہے
تیری قسمت تیری مظلومی پہ خود گریان ہے

اپنی بدبختی پہ بھی کی ہے کبھی تو نے نظر
حال پر یا دوسروں کے ہی سدا نگران ہے

لائق صد تعزیت ہی آپ تیرا حالِ زار
ابن زہرا کی عزا میں تو عبث غلطان ہے

تجھکو جورِ غیر کے اظہار پر اصرار ہے
پر تجھے جور و جفا اپنی کا بھی کچھ دھیان ہے

شغل تیرا ہے بیاں ذلت آلِ عباء
اس پہ پھر اتہام گوناگوں کا بھی خواہان ہے

دے رہا ہر فاسق و فاجر کو ہے حقا نجات
پاس تیرے کیا کلید روضۂ رضوان ہے

ذلت آل محمدؐ کر کے مجلس میں بیاں
اپنی عزت کا ہے خواہاں کس قدر نادان ہے

کوفہ والے جو ستم کرتے ہوئے شرما گئے
تو نہ شرمایا عجب مومن۔ عجب ایمان ہے

تھک گئے تیرے دروغوں سے کراماً کاتبین
خامۂ جادو رقم لکھنے سے سرگردان ہے

دم بخود ہیں جھوٹ تیرے سن کے حیدر زادیاں
روح شبیر افتراؤں سے ترے حیران ہے

جعفری صادق کا ہی۔ یا جعفر کذاب کا
خود بتا کیا شان تیری۔ اور کیا تجھے شایان ہے

کاٹ ڈالے تو نے یک سر سب شہیدوں کے گلے
یہ زباں تیری ہے یا کہ خنجر بُرّان ہے

شیر فضہ نے بچایا لاشۂ شبیر کو
تو مگر کہتا ہے پامال۔ سُمِ اسپاں ہے

کس دیئے تھے بیبیوں کو محمل ابن سعد نے
ننگے اونٹوں پر چڑھانے کا تجھے ارمان ہے

تھی صغرا کی کہانی اک بناوٹ تھی تری
اور قاسم کی عروسی بھی ترا ہذیان ہے

شام میں مرگِ سکینہ۔ کربلا میں اربعین
ماجرائے شہربانو۔ جعل ہے بہتان ہے

خانۂ ہندہ میں ٹھہرائے گئے تھے اہلبیت
قصرِ شاہ شام کو۔ پر تو کہے زندان ہے

تو کہے سادات کا کوئی نہ تھا واں غمگسار
انکی غمخواری کو حاضر آل بوسفیان ہے

جھوٹ تیرے سُن کے کہتے ہیں ملائک العیاذ
کہہ رہا ہے الامان ذی ہوش جو انسان ہے

جھوٹ کہنے میں گنوا دی عمر ساری پیچ بیتا
حامیٔ حق ہے کہا تو حامیٔ بطلان ہے

ہوگئی اتمام حجۃ خادم اب بس کر کلام
اسقدر کافی ہے شنودہ اگر انسان ہے

داد کی حاجت نہیں ہی جاہل کج فہم سے
مرحبا کہتا ہے جو ذی فہم و نکتہ دان ہے

تشحیذ الاذہان

یہ ایک ماہوار رسالہ ہے۔ جس میں علاوہ غیر مذاہب کی تردید اور اپنے مذہب اسلام کی تائید کے اسلام کے اندرونی فرقوں پر بھی محاکمہ ہوتا ہے۔ بالخصوص شیعہ مذہب کے متعلق نہایت محققانہ مضمون اسی مصنف رسالہ منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی کے شائع ہوتے ہیں۔ ۴۸ صفحے ماہوار حجم ہے۔ اور عمدہ لکھوائی اور چھپوائی کے ساتھ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ دو روپے پیشگی قیمت ہے۔

پچھلے رسالے جن میں شیعہ کے متعلق نہایت تحقیقی مضمون ہیں۔ ۳/ فی رسالہ کے حساب سے مل سکتے ہیں۔

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب

(۱) تحقیق وقعات کربلا	دسمبر سنہ ۱۱ء	(۲) واقعات کربلا	دسمبر سنہ ۱۲ء
(۳) شیعان قدیم	نومبر سنہ ۱۲ء	(۴) المآتم	ستمبر سنہ ۱۲ء
(۵) خواص الائمہ	جولائی سنہ ۱۲ء	(۶) علامات الشیعہ	جون سنہ ۱۲ء
(۷) عبداللہ بن سبا	مئی سنہ ۱۲ء	(۸) شیعہ مذہب	مارچ سنہ ۱۲ء
(۹) سلمان منا اہل البیت	جنوری سنہ ۱۳ء	(۱۰) تعزیہ داری ایران	دسمبر سنہ ۱۳ء (۱۱) یزید کی مدح خوانی نومبر سنہ ۱۳ء
(۱۲) عقائد نصاریٰ و عقائد شیعہ	اکتوبر سنہ ۱۳ء	(۱۳) شمائل مرتضوی	جولائی سنہ ۱۳ء
(۱۴) جواب اعتراضات شیعہ	مارچ سنہ ۱۳ء	(۱۵) واقعات کربلا	تشحیذ جنوری سنہ ۱۴ء